اقامتِ صلوۃ: تفسیر ابنِ عاشور "التحریر والتنویر" کا اختصاصی مطالعہ

Offering Prayer: A Specific Study of Tafsīr Ibn-E-Aāshur "Al-Taḥrīr Wa Tanweer"

Amanat Ali

PhD Scholar, Shaikh Zaid Islamic Centre, Punjab University, Lahore: amanatalinaeemi@gmail.com

Abstract

The Creator of the Universe sent the Prophets (peace and blessings of Allah be upon them) successively for human welfare and salvation in this universe. Along with this, He sent down the heavenly books and scriptures for human guidance, which are the promise that these Prophets (peace be upon them) the worldly and hereafter gains and prosperity are implied in following the religions, teachings, and prayers brought by them. This is what is required of a Muslim to accept these commands of God without hesitation, to follow them and follow these teachings, pass it on to others. This process can be done individually and also collectively. It is the responsibility of every Muslim to make them aware of this guidance from all the people he has encountered in his life and who are deprived of this divine guidance. Give evidence of 'right' by your words and actions. It is also required of the Muslims collectively that there must be one or more groups among them who make this work their mission and carry it out in a planned manner. Numerous texts of the Quran and Sunnah indicate this. One of the commands of Allah is "offering of Prayer" mean the performance of prayer. In this research the literal meaning of the word Prayer, the substantive derivation of the word Prayer, the terminological interpretations of the word Prayer, the rhetorical meaning of offering, the implied meanings of offering of Prayer with the present tense, the importance of offering of Prayer in the prevention of disbelief, the purpose of persevering in Prayer, and others have been elaborated and discussed. The first interpretation has been done in the light of Ibn-e-Aāshur and finally, suggestions and recommendations, summary words and references have been given in this article.

Keywords: *Offering of Prayer, Human guidance, purpose of Prayer, Ibn-e-Aāshur*

خالق کائنات نے اس عالم ہستی میں انسانی فلاح اور نجات کے لیے انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو پے در پے بھیجا۔اس کے ساتھ ساتھ انسانی ہدایت کے لیے آسمانی کتب وصُحف بھی نازل فرمائے، جو اس بات کی نوید ہیں کہ اِن انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات اور انکے لائے ہوئے مذاہب، مناہج واسالیب کی اتباع میں ہی دنیوی واُخروی فوز وفلاح مضمر ہے۔ایک مسلمان سے یہی مطلوب ہے کہ وہ بے کم وکاست ان احکاماتِ الٰہیہ کو اختیار کرے، ان پر خود عمل کرے اور ان پر عمل پیرا ہو کر ان تعلیمات کو دوسروں تک بھی پہنچائے۔ یہ عمل انفرادی طور پر بھی انجام دیا جاسکتا ہے اور اجتماعی طور سے بھی۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اپنی زندگی میں اس کا جن انسانوں سے بھی سابقہ پیش آئے اور وہ اس ہدایتِ ربانی سے محروم ہوں، انھیں اس سے باخبر کرے اور اپنے قول اور عمل سے 'حق' کی شہادت دے۔ مسلمانوں سے اجتماعی طور پر بھی مطلوب ہے کہ ان میں سے ایک یا ایک سے زائد گروہ ایسے ضرور رہنے چاہییں جو اس کام کو اپنا مشن بنالیں اور منصوبہ بندی کے ساتھ اسے انجام دیں۔ قرآن وسنت کے بکثرت نصوص اس پر دلالت کرتے ہیں۔ انہی اوامرِ الٰہیہ میں سے ایک "اقامتِ صلوٰۃ" یعنی نماز کی ادائیگی بھی ہے۔ جس میں "اقامتِ صلوٰۃ تفسیر ابنِ عاشور "التحریر والتنویر" کا اختصاصی مطالعہ" اس مقالہ میں خصوصاً ابتدائی طور پر اس کے لغوی واصطلاحی مفاہیم بیان کیے جائیں گے۔ پھر تفسیر ابنِ عاشور میں عنوانِ مذکور کے تحت اس کا اختصاصی مطالعہ کیا جائے گا، جس میں لفظِ صلوٰۃ کا لغوی معنیٰ، لفظِ صلوٰۃ کا مادہ اشتقاق، لفظِ صلوٰۃ کی اصطلاحی تعبیرات، اقامت کا بلاغی مفہوم، صیغہ مضارع کے ساتھ اقامت صلوٰۃ کے مضمر مفاہیم، کفر ونفاق کی بیخ کنی میں اقامت صلوٰۃ کی اہمیت، نماز پر مداومت کا مقصود ودیگر پہلو تفسیر ابنِ عاشور کی روشنی میں کیے جائیں گے۔ اور آخر میں تجاویز وسفارشات، خلاصہ کلام اور حوالہ جات دیے گئے ہیں۔

اقامت کا لغوی معنیٰ:

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"اقامۃ" کی اصل ''قیام'' ہے اور لغت میں قیام کا معنی ہوتا ہے، "الانتصاب" یعنی بالکل سیدھا کھڑا ہونا، جو کہ بیٹھنے اور لیٹنے کی ضد ہے۔ چونکہ کہ قائم شخص کسی مشکل عمل کی ادائیگی کے لیے کھڑا ہوتا ہے، جسے وہ صرف بیٹھنے سے ہی ادا نہیں کر سکتا۔ اسکے لیے نشاط (یعنی چستی، حرکت) لازم ہے۔ مثلاً خطیب کھڑا ہوتا ہے، کاریگر کھڑا ہوتا ہے، مزدور کھڑا ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ قیام کے لیے کچھ عرفی لوازمات ہیں جو کہ عوارض لازمہ سے حاصل ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مجازی طور پر ''قیام'' کا اطلاق نشاط پر بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کی بابت تفصیل تفسیر ابنِ عاشور میں یہ ہے:

"واصل القیام فی الغۃ ھوالانتصاب المضاد للجلوس والا ضطجاع ،وانما یقوم القائم لقصد عمل صعب لا یتأتی من قعود فیقوم الخطیب و یقوم العامل ویقوم الصانع فکان لوازم عرفیتم ماخوذ ۃ من عوارضہ الازمۃ و لذلک اطلق مجازا علی النشاط"[1]

لفظ صلوٰۃ کا مادہ اشتقاق:

علامہ ابنِ عاشور کے نزدیک لفظِ صلوٰۃ کے درج ذیل اشتقاقات ہیں:

1. ایک یہ ہے کہ "صَلَّی الفَرَسُ" یہ جملہ اس وقت کہا جاتا ہے جب گھوڑا دوڑ میں ایسے دوڑ رہا ہو کہ اس کا سر اگلے گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں سے مل رہا ہو، تو آگے چلنے والے گھوڑے کو سابق کہتے ہیں اور پیچھے چلنے والے گھوڑے کو "مصلیٰ" کہا جاتا ہے۔

---

[1] ابنِ عاشور، محمد طاہر بن عاشور، التحریر والتنویر، مؤسسۃ التاریخ بیروت، 2013ء، ج1، ص228
Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer, Muasisat al Tārikh, Beirūt, 2013, V:1, P:228

2. دوسرا یہ کہ لفظ صلوۃ کے تمام تر مشتقات میں "ص۔ل۔و" "صلوۃ" کا مادہ قابل اعتماد ہے۔ جس کا معنی پیچھے چلنا یعنی اطاعت واتباع اور کامل سپردگی ہے اور زندگی کے تمام تر شعبہ ہائے جات میں مکمل اطاعت ہی نظام صلوۃ کا ثمرہ اور ماحاصل ہے۔ اسکی تفصیل تفسیر ابنِ عاشور میں یہ ہے۔

3. تیسرا یہ کہ "قام" فعل لازم سے متعدی بنا کر "أَقَامَ" لایا گیا اس میں ھمزہ کا معنی ہوا قائم کرنے والا، جب بازار میں خرید وفروخت کی مداولت (بازار گرم ہوجانا) ہوجائے تو کہا جاتا ہے "قامت السوق" تو اقامۃ الصلوۃ کا معنی ہوا" نماز کا خوب اہتمام کرنا۔"

"واشتقو ا صلی من الصلاۃ کما اشتقوا صلی الفرس اذجآء معاقبا للمجلی فی خیل الحبلۃ ،لانہ یجئ مزا حمالہ فی السبق ،واضعا رأسہ علی صلا سابقۃ و اشتقوا منہ المصلی اسما للفرس الثانی فی خیل الحبلۃ وھو الذی یجب اعتمادہ"[2] الإقامة مصدر أقام الذي هو معدى قام، عدي إليه بالهمزة الدالة على الجعل، والإقامة جعلها قائمة، مأخوذ من قامت السوق إذا نفقت وتداول الناس فيها البيع والشراء"[3]

صلوۃ کی اصطلاحی تعبیرات:

علامہ ابن عاشور نے لفظ صلوۃ کے مادہ اشتقاق پر سیر حاصل بحث کی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر اس مقالہ میں صرف صلوٰۃِ مقصودہ کا ذکر کیا جائے گا۔ علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"صلوۃ کا اطلاق ابتداءً دعا پر کیا گیا، یعنی ایسی ھیئت جس میں خشوع وخضوع، عجز وانکساری اور تضرع وگریہ زاری ہو۔ پھر شرعاً یہ لفظ عباداتِ مخصوصہ (یعنی ایسی عبادت جو قیام، قرأت، رکوع سجود اور سلام پر مشتمل ہو) کیلئے مشہور ہو گیا۔ آپ کے نزدیک تمام حقائق شرعیہ کی بنیاد حقائق لغویہ پر ہی ہوتی ہے یا پھر مجازات لغویہ پر۔ اسی لیے لفظ صلوۃ "عبادۃ مقصودہ" کیلئے موزوں ومناسب ٹھہرا۔ قاضی ابو بکر اور ان کے پیروکار بھی اسی نظریے کے حامل ہیں اور صاحب کشاف امام جار اللہ زمخشری نے بھی یہی بات کہی ہے، جبکہ حقائق شرعیہ دراصل مجازات لغویہ ہیں، جو بعد میں مخصوص معانی ومفاہیم میں مشہور ہو گئے۔ البتہ معتزلہ کے نزدیک حقائق شرعیہ کا حقائق لغویہ یا مجازات کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ تمام حقائق شرعیہ جدید وضع پر مبنی ہوتے ہیں اور از خود مستقل معنیٰ ومفہوم رکھتے ہیں۔ گویا کہ معتزلہ کے نزدیک لفظ صلوۃ کو وضع ہی ایسی ھیئت کیلئے کیا گیا ہے، جس میں قیام، قراءت، رکوع وسجود اور اسلام شامل ہو اور وہ مستقل عبادت کا درجہ رکھتی ہو۔ لہذا صلوۃ سے مراد ابتداءً نماز ہی ہے۔"

"وإنما أطلقت على الدعاء لأنه يلازم الخشوع والانخفاض والتذلل،وقد نقلت الصلاة في لسان الشرع إلى الخضوع بهيأة مخصوصة فهى العبادة المخصوصة المشتملة على قيام و قرأة وركوع وسجود وتسليم ،والقول بأن أصلها في اللغة الهيئة في الدعاء والخضوع هو أقرب إلى المعنى الشرعي وأوفق بقول القاضي أبي بكر ومن تابعه بنفي الحقيقة الشرعية، وأن الشرع لم يستعمل لفظا إلا في حقيقته اللغوية بضميمة شروط

---

[2] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص230، 231

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:230-23

[3] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص228

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:228

لا يقبل إلا بها. وقالت المعتزلة الحقائق الشرعية موضوعة بوضع جديد وليست حقائق لغوية ولا مجازات. وقال'' صاحب الكشاف'': الحقائق الشرعية مجازات لغوية اشتهرت في معان"[4]

لفظ صلوۃ کا تاریخی پس منظر:

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں: "امام ابن فارس نے کہا ہے کہ اہل عرب نسل در نسل اپنے آباء واجداد کی لغت پر قائم تھے۔ جب اللہ تعالی نے انہیں اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا تو ان کے احوال بدل گئے، تو وہ کچھ اضافہ کے ساتھ عربی الفاظ کو ایک دوسرے کی جگہ منتقل کرنے لگے، انہیں منتقل کردہ الفاظ میں سے ایک لفظ صلاۃ ہے اگرچہ اس ھئیت مخصوصہ (نماز) کے اوقات مقررہ اور تعداد رکعات سے وہ واقف نہیں تھے لیکن صلاۃ میں شامل رکوع اور سجدہ سے آشنا تھے۔"

"قال ابن فارس كانت العرب في جاهليتها على إرث من إرث آبائهم في لغاتهم فلما جاء الله تعالى بالإسلام حالت أحوال ونقلت ألفاظ من مواضع إلى مواضع أخر بزيادات، ومما جاء في الشرع الصلاة وقد كانوا عرفوا الركوع والسجود وإن لم يكن على هاته الهيأة قال النابغة:أو درة صدفية غواصها بهيج متى يرها يهل ويسجد وهذا وإن كان كذا فإن العرب لم تعرفه بمثل ما أتت به الشريعة من الأعداد والمواقيت اهـ"[5]

علامہ ابن عاشور کی رائے:

علامہ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

"اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ زمانہ قدیم سے ہی اہل عرب صلاۃ وسجدہ اور رکوع سے آشناہ تھے کیونکہ رب تعالی نے جناب ابراھیم علیہ السلام کی دعا کے بارے میں خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''ربنا ليقيموا الصلوة''[6] اور ان کے سامنے یہود تھے جو ایک ھیئت مخصوصہ کے ساتھ اپنی عبادات بجالاتے تھے اور انہوں نے اپنے کنیسوں کا نام بھی صلاۃ رکھا ہوا تھا اسی طرح جناب ابراھیم علیہ السلام کے درمیان نصاریٰ بھی تھے اور وہ بھی اپنی صلاۃ کا اہتمام کرتے تھے۔ اس کا ثبوت نابغہ کے اس شعر سے بھی ملتا ہے جو اس نے عیسائی بادشاہ نعمان بن حارث غیسانی کے دفن ہونے کے وقت کہا کہ عیسائی مذہبی پیشوا جو نعمان بن حارث کے مددگار تھے وہ مقام جولان پر اس کی نماز جنازہ پڑھ کر واپس لوٹے۔ اسی طرح گزشتہ شعر میں سجدے کا بھی ذکر موجود ہے۔"

"قلت لا شك أن العرب عرفوا الصلاة والسجود والركوع وقد أخبر الله تعالى عن إبراهيم عليه السلام فقال:"ربنا ليقيموا الصلاة"وقد كان بين ظهرانيهم اليهود يصلون أي يأتون عبادتهم بهيأة مخصوصة، وسموا كنيستهم صلاة،وكان بينهم النصارى وهم يصلون وقد قال النابغة في ذكر دفن النعمان بن الحارث الغساني:فآب مصلوه بعين جلية وغودر بالجولان حزم ونايل''على رواية صلوه اراد المصلين عليه عند دفنه

---

[4] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص230

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:230

[5] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص229

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:229

[6] ابراھیم: 37:14

Ibrāhīm:37:14

من القستين والرهبان اذ قد كان منتصرا۔ومنہ البيت السابق وعرفوا السجو د قال النابغہ او درة صدفية غواصها بهيج متى يرها يهل ويسجد"[7]

اقامت صلوۃ کا بلاغی مفہوم:

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"اقامت صلوۃ میں نشاط کا مفہوم مجاز مرسل کے قبیل سے ہے اور مجاز مرسل کے طور پر اس قدر کثرت سے استعمال ہوا کہ حقیقت کے مساوی ہو گیا یہی وجہ ہے کہ اقامت کے اس مفہوم پر مجاز اور استعارہ دونوں کی بناء بالکل صحیح ہے تو اقامۃ الصلوۃ بلاغت کی رو سے استعارہ تبعیہ کہلاتا ہے لہذا نمازوں کا بالخصوص اہتمام اور ان پر مواظبت کسی چیز کو قائم کرنے کے مشابہ ہو گئی۔"

"يتعلق به معنى مناسبا لنشاطه المجازي وهو من قبيل المجاز المرسل وشاع فيها حتى ساوى الحقيقة فصارت كالحقائق ولذلك صح بناء المجاز الثاني والاستعارة عليها، فإقامة الصلاة استعارة تبعية شبهت المواظبة على الصلوات والعناية بها بجعل الشيء قائما"[8]

صیغہ مضارع کیساتھ اقامت صلوۃ کے مضمر مفاہیم:

قرآنِ مجید میں صیغہ مضارع کے ساتھ کچھ یوں ارشاد ہوتا ہے:

" وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ"[9]

"اور وہ نماز قائم کرتے ہیں۔"

علامہ ابن عاشور اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

1. "اقامت صلوٰۃ کو صیغہ مضارع کیساتھ تعبیر کرنے میں ایک تو یہ حکمت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول سے قبل،اس آیت کے نزول کے وقت اور مابعد جو بھی اہل ایمان نماز کا اہتمام کرتے رہے یا کریں گے وہ سب اس ہدایت ایزدی کا مصداق بن جائیں۔ کیونکہ گزشتہ زمانہ میں جنہوں نے نمازوں کا اہتمام کیا وہ موجودہ زمانہ میں بھی کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے اور اگر گزشتہ زمانہ میں اقامت صلوۃ کا اہتمام نہیں بھی کیا تو نزول آیت (حال) کے وقت اور مستقبل میں کریں گے۔اور صیغہ مضارع ان اوقات (حال و مستقبل) کے مصداق کی صلاحیت رکھتا ہے۔

---

[7] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص230

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:230

[8] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص،228

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:228

[9] البقرہ،3:2

Al Baqarah, 2:3

2. مزید برآں صیغہ مضارع میں تجدد اور تاکید کا معنی پنہاں ہے اور لفظ اقامۃ کا مادہ اصلیہ بھی مواظبت اور تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا یقیمون الصلوۃ کا معنی ہوا کہ جب بھی سبب پایا جائے یعنی وقت نماز تو نئے جذبے کیساتھ سرشار ہو کر پابندی کیساتھ خشوع وخضوع سے ادائیگی نماز کا اہتمام کرنا۔"

"إذ المضارع صالح لذلك كله لأن من فعل الصلاة في الماضي فهو يفعلها الآن وغدا، ومن لم يفعلها فهو إما يفعلها الآن أو غدا وجميع أقسام هذا النوع جعل القرآن هدى لهم. وقد حصل من إفادة المضارع التجددتأكيد ما دل عليه مادة الإقامة من المواظبة والتكرر ليكون الثناء عليهم بالمواظبة على الصلاة أصرح"[10]

کفر ونفاق کی بیخ کنی میں اقامت صلوۃ کی اہمیت:

ارشاد باری تعالی ہے:

"وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة واركعوا مع الراكعين"[11]

"اور نماز قائم رکھو اور زکٰوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔"

علامہ ابن عاشور اس آیت کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

"ایمان لانے کے بعد سب سے بہترین عمل جو رب تعالی کی تعظیم اور معبودان باطلہ کی نفی کرتا ہے وہ رب تعالی کے حضور سجدہ کرنا، نماز قائم کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرک عمل صلوۃ کی نفی کرتا ہے، کتابی (یہودی وعیسائی) نماز کے مخصوص طریقے کو اپنی عبادت کے مخالف سمجھتا ہے اور منافق بھی سستی وکاہلی سے بادل نخواستہ نماز ادا کرتا ہے۔ صرف مومن صادق ہی ادائیگی نماز کا کامل اہتمام کرتا ہے اسی لیے منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ منافق سستی وکاہلی سے نماز ادا کرتے ہیں اور فرمایا ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے، جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔"

" وأقيموا الصلاة أمر بأعظم القواعد الإسلامية بعد الإيمان لأن الأولى عمل يدل على تعظيم الخالق والسجود إليه وخلع الآلهة، ومثل هذا الفعل لا يفعله المشرك لأنه يغيظ آلهته بالفعل وبقول الله أكبر ولا يفعله الكتابي لأنه يخالف عبادته، لا يتجشمهما إلا مؤمن صادق"[12]

اسی لیے ارشاد باری تعالی ہے:

" وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰىۙ"[13]

---

[10] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص229

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:229

[11] بقرہ،43:2

Baqarah,2:43

[12] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص456،457

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:456-457

[13] النساء،141:4

Al Nisā, 4:141

" اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔"

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ"[14]

" تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔"

اسی طرح حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رسول الله ﷺ إِنَّ أَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ"[15]

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ منافقوں پر نمازوں میں سے نمازِ عشاء بھاری ہے۔"

نماز پر مداومت کا مقصود:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"الا لمصلین ،الذین هم علی صلاتهم ساهون"[16]

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"نماز مداومت سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز کو بروقت ادا کرتے ہیں اور ترک نہیں کرتے۔"

"ای مواظبون علی صلاتهم لا یتخلفون عن ادائها ولا یترکونها"[17]

آپ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "کسی بھی چیز پر دوام سے مراد ہوتا ہے اسے ترک نہ کرنا اور کسی بھی عمل میں دوام سے مراد وہی ہے، جو معتبر ہو جس طرح کہ اصول فقہ کی کتابوں میں حکم موجود ہے کہ امر تکرار کا فائدہ دیتا ہے اور وقت نماز کے لیے سبب بنتا ہے۔ جب بھی سبب پایا جائے گا، مسبب یعنی ادائیگی نماز کا حکم بھی پایا جائے گا۔"

---

[14] الماعون،107:4،5

Al Māoon,107:4-5

[15] قشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح، کتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ، باب فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ، وَبَيَانِ التَّشْدِيدِ فِي التَّخَلُّفِ عَنْهَا، عیسی البابي الحلبي وشرکاہ، القاهرة، 1955ء، رقم الحدیث: 651

Qushairī,Muslim bin Hajāj, Al Saḥiḥ, Kitāb ul Masājid wa mawādia al salāt,Bab fazal Salāt al jamāt wa biyān al tashdid fi al takhfif anhā,Isa Albābī al ḥalbī wa shurakā,Al Qāhira,1955,Raqam ul Ḥadith,651

[16] الماعون،107:4،5

Al Māoon,107:4-5

[17] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج29، ص159

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:29,P:159

"والدوام على الشيء: عدم تركه، وذلك في كل عمل بحسب ما يعتبر دواما فيه، كما تقرر في أصول الفقه في مسألة إفادة الأمر التكرار"[18]

"المصلین" جملہ اسمیہ لانے کا ثمرہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ"[19]

علامہ ابن عاشور اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"المصلین جملہ اسمیہ لانے میں اشارہ یہ ہے کہ جس طرح ادائیگی صلاۃ (نماز کی ادائیگی) انتہائی خاص حکم ہے، اسی طرح نمازوں پر مداومت بھی بہت ضروری و ناگزیر ہے۔ مزید برآں یہ کہ رب تعالیٰ نے الف لام موصول کا صلہ جملہ اسمیہ (المصلین) ذکر کیا ہے، نہ کہ جملہ فعلیہ (الذین یدومون)، کیونکہ یہاں مقصود نماز پر ثابت قدمی اور تقویت بیان کرنا دوام کے فائدے کے طور پر ہے۔"

"ومجيء الصلة جملة اسمية دون أن يقال: الذين يدومون، لقصد إفادتها الثبات تقوية كمفاد الدوام"[20]

اسم موصول کے تکرار کا ثمرہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"الذين هم على صلاتهم دائمون"[21]

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "المصلین" میں الف لام موصول اور مصلین اس کا صلہ پر مشتمل عبارت بذات خود ادائیگی صلوۃ پر ثابت قدمی اور تقویت کے مفہوم کو واضح کر رہی ہے تو پھر "الذين هم على صلاتهم دائمون" کیساتھ اسم موصول کے تکرار اور اعادہ کا کیا فائدہ ہے؟

آپ اس کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ حکیمِ ازل وحدہ لاشریک لہ کا یہ حکمت بھرا کلام اُن اصحاب صلاۃ (موصول وصلہ والوں) پر رب تعالیٰ کی مزید عنایات و عطیات کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔"

---

[18] ابن عاشور، التحریر والتنویر، ج29، ص159

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:29,P:159

[19] المعارج، 70: 23

Al Maārij,70:23

[20] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج29، ص159

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:29,P:159

[21] ایضاً، 70: 24

Ibid,70:24

"وإعادة اسم الموصول مع الصلات المعطوفة على قوله الذين هم على صلاتهم دائمون لمزيد العناية بأصحاب تلك الصلات "[22]

نماز میں خشوع کا معنیٰ اور اسکی مقتضیات:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ"[23]

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں خشوع ایک خوف کی کیفیت ہے جو مخوف عنہ (جسکے بارے میں ڈرایا گیا ہو) کی تعظیم کو ثابت کرتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ رب العزت کیلئے خشوع تقوی کا تقاضا کرتا ہے اور اسی تقوی کو فلاح (کامیابی) کا سبب کہا گیا ہے۔

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"خشوع کا محل تو قلبِ مومن ہے۔ یہ صرف افعالِ نماز کیساتھ خاص نہیں بلکہ دیگر افعالِ خیر کیساتھ بھی اس کا تعلق ہوتا ہے، لیکن نماز کیساتھ بالخصوص اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ حالت نماز میں خشوع کا اثر اور قوت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اپنے دل میں محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے حضور کھڑا ہے اور اس کا خشوع وخضوع صرف اور صرف اپنے رب کیلئے ہی ہے اور یہ خالق کیساتھ انتہائی ادب کا معاملہ ہے، جو کہ تمام اُمورِ خیر کا منبع اور آداب شرعیہ کی اصل ہے۔ اس لیے اس وصف (خشوع) کو مومنین کے بقیہ تمام اوصاف پر مقدم رکھا گیا ہے اور انہیں ایمان سے متصلاً ذکر کیا گیا۔"

"وهو خوف يوجب تعظيم المخوف منه، ولا شك أن الخشوع، أي الخشوع لله، يقتضي التقوى فهو سبب فلاح.إذ الخشوع محله القلب فليس من أفعال الصلاة ولكنه يتلبس به المصلي في حالة صلاته.وذكر مع الصلاة لأن الصلاة أولى الحالات بإثارة الخشوع وقوته ولذلك قدمت، ولأنه بالصلاة أعلق فإن الصلاة خشوع لله تعالى وخضوع له، ولأن الخشوع لما كان لله تعالى كان أولى الأحوال به حال الصلاة لأن المصلي يناجي ربه فيشعر نفسه أنه بين يدي ربه فيخشع له. وهذا من آداب المعاملة مع الخالق تعالى وهي رأس الآداب الشرعية ومصدر الخيرات كلهاولهذا الاعتبار قدم هذا الوصف على بقية أوصاف المؤمنين وجعل مواليا للإيمان"[24]

نماز میں خشوع انسانی فلاح کا ضامن ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[22] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج29، ص159

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:29,P:159

[23] المومنون،2، 1:23

Al Mominoon,2:23:1

[24] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج18، ص8،9

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:18,P:8-9

"قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ"[25]

"تحقیق مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازوں میں ڈرتے ہیں۔"

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"تمام خصائل حمیدہ مومن میں ایمان کے رسوخ کا سبب بنتی ہیں۔ان خصائلِ حمیدہ میں نماز کو اولین درجہ حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کو فلاح مومن کا سب سے بہترین سبب مانا گیاہے، کیونکہ جب ادائیگی نماز کی ضد یعنی عدم ادائیگی دخول جہنم کا سبب ہے۔ تو ادائیگی نماز یقینا دخول جنت یعنی دائمی فلاح کا سبب ہے۔

"لما كانت كل خصلة من هذه الخصال تنبئ عن رسوخ الإيمان من صاحبها اعتبرت لذلك سببا للفلاح، كما كانت أضدادها"[26]

جیساکہ ارشاد باری تعالی ہے۔

"مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ"[27]

" تمہیں کونسی بات دوزخ میں لے گئی۔وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔"

نماز سے استعانت کے ثمرات:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ "[28]

" اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔"

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"یہاں نماز کا شرعی معنیٰ مراد ہے۔ نماز تعریفات الٰہیہ کی جامع ہے اور اس سے متعدد عبادات حاصل ہوتی ہیں۔ قولی، عملی اور اعتقادی اعتبار سے نماز تکمیل ایمان کا سبب ہے۔ کیونکہ نصف ایمان صبر کرنے میں اور نصف شکر میں اور استعانت بالصبر والصلاۃ کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ نماز بذات خود اظہار

---

[25] المومنون،2:23:1

Al Mominoon.2:23:1

[26] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج18، ص8

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:18,P:8

[27] المدثر،74:42

Al Mudathir.74:42

[28] البقرہ،2:45

Al Baqarah.2:45

تشکر کا نام ہے۔ شکر ہمیشہ نعمت کے حصول پر، مُنعِم کی عطا پر کیا جاتا ہے۔ مسلسل نماز کی ادائیگی سے جذبہ شکر بیدار رہتا ہے۔ اسی طرح شکر کے پہلو بہ پہلو مختلف جہات سے نماز میں صبر بھی داخل ہے۔ گرمی و سردی کے موسم میں وقت کی پابندی یہ نفس کشی کی بہترین مشق ہے، جس سے نمازی بے حیائی اور برے کاموں سے محفوظ رہتا ہے۔"

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

"إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ"[29]

"بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے:

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ"[30]

"اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔"

صبر و شکر کی اس کیفیت میں نماز کے دوران نمازی کو بارگاہ ربانی سے ایسی تجلی نصیب ہوتی ہے جس سے ہر قسم کا حزن وملال کافور ہو جاتا ہے اور یہ عظیم راز فقط ادائیگی نماز میں ہی پنہاں ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کسی چیز سے خوف یا دہشت لاحق ہوتی تو آپ ﷺ نماز ادا کرتے اسی طرح آندھی کے وقت اور سورج یا چاند گرھن کے وقت نماز ادا کرتے تھے۔

"والصلاة أريد بها هنا معناها الشرعي في الإسلام وهي مجموع محامد لله تعالى، قولا وعملا واعتقادا فلا جرم كانت الاستعانة المأمور بها هنا راجعة لأمرين: الصبر والشكر. وقد قيل إن الإيمان نصفه صبر ونصفه شكروأما الاستعانة بالصبر فلأن الصلاة شكر والشكر يذكر بالنعمة فيبعث على امتثال المنعم على أن في الصلاة صبرا من جهات في مخالفة حال المرء المعتادة ولزومه حالة في وقت معين لا يسوغ له التخلف عنها ولا الخروج منها على أن في الصلاة سرا إلا هيا لعله ناشىء عن تجلي الرضوان الرباني على المصلي فلذلك نجد للصلاة سرا عظيما في تجلية الأحزان وكشف غم النفس وقدورد في الحديث (أن النبي ﷺ كان إذا حزبه (بزاي وباء موحدة أي نزل به) أمر فزع إلى الصلاة:وهذا أمر يجده من راقبه من المصلين"[31]

اقامتِ صلوۃ صراطِ مستقیم پر استقامت کی ضامن:

ارشاد باری تعالی ہے:

---

[29] عنکبوت،45:29

Ankaboot,29:45

[30] ابراہیم،7:14

Ibrāhīm,14:7

[31] ابنِ عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص462

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:462

"وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ"[32]

" اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے۔"

اس کے تحت علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

کہ اس سے پہلی آیت میں اہل کتاب کی شدید حسرت وخواہش کا ذکر کیا گیا ہے کہ بناء بر حسد وہ اہل ایمان کو حالت کفر میں لوٹا دینے کے خواہاں ہیں اور اس آیت میں رب تعالی نے ایمان والوں کو نماز اور زکوۃ کی ادائیگی پر ثابت قدمی کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ دونوں امر اسلام کا مضبوط رکن ہیں اور انکی ادائیگی بطریقِ کنایہ دین اسلام پر مداومت کو مستلزم ہے۔

"و قوله تعالى " وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ"أريد به الأمر بالثبات على الإسلام فإن الصلاة والزكاة ركناه فالأمر بهما يستلزم الأمر بالدوام على ما أنتم عليه على طريق الكناية"[33]

ادائیگی نماز سے مانع اور تارک کا شرعی حکم:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وأقيموا الصلاة"[34]

علامہ ابن عاشور اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد ادائیگی نماز مشرک اور مومن کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتی ہے اور اس آیت میں امام مالک علیہ الرحمہ کے مؤقف کی دلیل موجود ہے کہ کوئی شخص تمام علماء کے درمیان متفقہ وقت نماز کے آغاز سے اختتام تک بغیر کسی شرعی عذر کے نماز ادا نہیں کرتا اور وہ لوگوں کو نماز ادا کرنے سے روکتا ہے تو یہ عمل اس کے مومن ہونے کی نفی کر رہا ہے اور ایسے شخص کو حداً قتل کر دیا جائے گا ،اور آیت کا سیاق "وامنوا بما انزلت""ولاتكونوا اول كافر به" اور اس کے بعد "اقيموا الصلوة" کا حکم یہ اسلوب ان علماء کے مؤقف کی بھی دلیل ہو سکتا ہے جنہوں نے کہا کہ تارک صلوۃ کافر ہے اگر اس کے معارض دلائل نہ ہوں۔

"وفي هذه الآية دليل لمالك على قتل من يمتنع من أداء الصلاة مع تحقق أنه لم يؤدها من أول وقت صلاة من الصلوات إلى خروجه إذا كان وقتا متفقا بين علماء الإسلام، لأنه جعل ذلك الامتناع مع عدم العذر دليلا على انتفاء إيمانه، لكنه لما كان مصرحا بالإيمان قال مالك: إنه يقتل حدا جمعا بين الأدلة ومنعها لذريعة خرم الملتويشك أن يكون هذا دليلا لمن قالوا بأن تارك الصلاة كافر لولا الأدلة المعارضة"[35]

---

[32] بقرہ،110:2

Baqarah,2:110

[33] ابنِ عاشور،التحریر والتنویر،ج1،ص653،654

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:653-654

[34] بقرہ،43:2

Baqarah,2:43

[35] ابنِ عاشور،التحریر والتنویر،ج1،ص457

خلاصہ کلام

لہذا ایک مسلمان سفر ہو یا حضر نماز کی ادائیگی کو یقینی بنائے۔ احکاماتِ الٰہیہ میں سے ایک "اقامتِ صلوۃ" یعنی نماز کی ادائیگی بھی ہے۔ "اقامتِ صلوۃ تفسیر ابنِ عاشور "التحریر والتنویر" کا اختصاصی مطالعہ۔" اس مقالہ میں تفسیر ابنِ عاشور کی روشنی میں نماز کی ادائیگی کے حوالے سے تفسیری نکات کو احسن طریقے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ جس میں لفظِ صلوۃ کا لغوی معنیٰ، لفظِ صلوۃ کا مادہ اشتقاق، لفظِ صلوۃ کی اصطلاحی تعبیرات، اقامت کا بلاغی مفہوم، صیغہ مضارع کے ساتھ اقامت صلوۃ کے مضمر مفاہیم، کفر ونفاق کی بیخ کنی میں اقامت صلوۃ کی اہمیت، نماز پر مداومت کا مقصود، المصلین جملہ اسمیہ لانے کا ثمرہ، اسم موصول کے تکرار کا ثمرہ، نماز میں خشوع کا معنیٰ اور اسکی مقتضیات، نماز سے استعانت کے ثمرات، اقامتِ صلوۃ صراطِ مستقیم پر استقامت کی ضامن اور دیگر پہلوؤں پر تفسیری نکات بیان کیے گئے ہیں۔

تجاویز وسفارشات

مقالہ ہذا "اقامتِ صلوۃ تفسیر ابنِ عاشور "التحریر والتنویر" کا اختصاصی مطالعہ" کے تحت درج ذیل تجاویز وسفارشات مؤثر ہیں:

1. کائنات میں اقامتِ دین کا عملی مظاہرہ اقامتِ صلوۃ کی تعمیل میں پنہاں ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو انفرادی طور پر ادائیگی نماز کے فریضے کو اپنانا عصرِ حاضر کی اہم ضرورت ہے۔
2. مسلم اور غیر مسلم میں امتیازی فرق نماز سے ہوتا ہے۔ یہی مسلم معاشروں کی علامت ہے، جو اذان کی آواز سنتے ہی ہمہ تن نماز کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں۔
3. نماز کی مستقلاً ادائیگی یقینی طور پر مسلمان کو بارگاہِ ایزدی میں سرخرو کرتی ہے، جس پر دوام زندگی اور تساہل موت کی علامت ہے۔
4. ادائیگی نماز ایمان میں رسوخ کی علامت ہے، جسکی تعمیل کرنے والا جنت کا حقدار ٹھہرتا ہے اور تارک جہنم کا۔ یہی نماز میں خشوع ہے۔

ادائیگی نماز صراطِ مستقیم پر استقامت کی ضامن ہے۔ لہذا اسکا تارک استقامت سے محروم رہتا ہے، جو کامیابی کی ضمانت ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Ibn-e-Aʿāshor, Al Taḥreer wal Tanveer,V:1,P:457